Mairaj
Vol 2, Issue 2
editor.mairaj@gmail.com https://www.mairaj.pk
ISSN Online 2959-2089 ISSN Print 2959-2070

محمد احمد اعوان

پی۔ایچ۔ڈی اسکالر اُردو، یونیورسٹی آف سندھ

عبدالخالق

ایم۔فل اُردو، یونیورسٹی آف سندھ

اردو ادب میں عورت کی ترجمانی

Muhammad Ahmed Awan
Ph. D Scholar Urdu, University of Sindh, Jamshoro
Abdul Khalique
M. Phil. Urdu, University of Sindh, Jamshoro

Representation Of Woman In Urdu Literature

In the early period of literature, the concept of woman was completely traditional i.e. she had an exhibition status. Early Urdu poetry consisted of imaginations. In which woman appears as a lover. Here, the woman was either a queen or a princess. If she was a maidservant, she was so beautiful that men fell down and fainted as soon as they saw her. In Urdu poetry too, the poets distorted the original form of woman. Here, woman were limited to the limits of lovers and prostitutes, thus, in Urdu poetry and literature, woman came to be seen as an unfaithful concubine and the most important source of luxury and sensual pleasure for men. There is no mention of a woman from an average noble family because even taking a woman's name was considered bad during that time. Western education changed the makeup of the Indian woman to some extent. She realized her inferiority. He realized for the first time that there was a world outside the home.

Key words: Aurat, Anjum Aara, Wahida Nasim, Feminism, Muhammadi Begum.

کلیدی الفاظ: عورت، سراپا نگاری، مافوق الفطرات، فہم وفراست، سنسکرت اور ہندی

کائنات کی تعمیر و تشکیل میں عورت ہمیشہ مرد کے شابہ بشانہ رہی ہے۔ لیکن جب بھی اسے چار دیواری کی حدت محدود کیا گیا۔اس نے محدود دائرے میں رہتے ہوئے ہمیشہ اپنی ذہانت، فہم وفراست اور تخلیق جوہر کا ثبوت دیا۔گھریلو معاملات اور مسائل میں عورت کی اہمیت اور مرکزیت واضح ہے۔ عورت کا یہ پہلو اتنا توانا ہے کہ کسی بھی گھر کی عورت کے کردار کی جھلک گھر کے دیگر افراد میں محسوس کی جا سکتی ہے، عورت بطور ماں، بہن، بیٹی اور بیوی گھر میں اساسی اہمیت رکھتی ہے، لیکن اس اہمیت کو بس پشت ڈالتے رہے اور ادب کے ابتدائی دور میں عورت کا تصور بالکل روایتی تھا یعنی وہ ایک نمائشی حیثیت رکھتی تھی۔۔ابتدائی اُردو شاعری سراپا نگاری سے عبارت تھی۔ جس میں عورت محبوبہ کے روپ میں سامنے آتی ہے۔اور داستانوں میں اسے مافوق الفطرات ہستی کے روپ میں پیش کیا۔یہاں عورت یا تو ملکہ تھی یا شہزادی، اگر وہ کنیز یا محبوبہ بھی تھی تو اتنی حسین وجمیل کہ مرد اسے دیکھتے ہی دھڑا دھڑا گر کر بے ہوش ہو جاتے مثلا رجب علی بیگ سرور نے "فسانہ عجائب" میں شہزادی انجمن آرا کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

"مالکِ عقت و عصمت انجمن آراء کی شہزادی تھی۔ شہرہ جمال بے مثال اس حور طلعت پری خصال کا از شرق تا غرب اور جنوب سے شمال تک، زبان زد خلق خدا تھا۔اور ایک جہاں حسن کا بیان سن کر نادیدہ اس کا مبتلا تھا۔آج تک چشم و گوش چرغ کج رفتار نے یا ایں گردش لیل ونہار ایسی صورت دیکھی نہ سنی تھی۔"(1)

مختصراً داستانوں میں عورت کا جو تصور تھا۔کاظم علی جواں سکندں میں یوں سراپا نگاری کرتے ہیں۔

"بین بجاتی ہوئی، ہولی گاتی ہوئی، دھیان تالوں پر دھرے، پھول دامن و گریباں میں بھرے ہوئے، آکر وہاں جلوہ گر ہوئی، جہاں وہ جوگ سادہ ہے تپسیہ کر رہا تھا، یک بیک بازیب کے گھنگرؤں کی جھنکار، بین کے تاروں کی آواز، گانے کی لے سے ملی ہوئی، سن کر بے قرار ہوا، اس نے جو نہی آنکھیں کھول دیں۔ایسی شکل نظر آئی کہ ایک ہی نظارے سے اس کا سب دھیان گیان جاتا رہا۔"(2)

اُردو شاعری میں بھی شعراء نے عورت کی اصل شکل کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ یہاں عورت محبوبہ اور طوائف کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ یوں اُردو شعر و ادب میں عورت ایک بے وفا کنچنی اور مرد کیلئے عیش کوشی اور نفسانی لذت کے اہم ترین وسیلے کے روپ میں جلوہ گر ہوئی۔ اوسط درجے کی شریف گھرانے کی عورت کا ذکر اس لیے بھی کہیں نہیں ملتا کہ اس زمانے میں عورت کا نام لینا بھی معیوب سمجھا جاتا تھا۔اور یہی نہیں سنسکرت اور ہندی شاعری نے عورت کو جس زندگی کے ماحول اور پس منظر میں پیش کیا گیا ہے۔ ہندو کلچر نے عورت کی دیویت اور نسائیت کے نقوش ابھارنے کیلئے تیوہاروں روزنامہ زندگی کے لطیف مشغلوں کو عورت کیلئے پیدا کیا ہے۔ بحیثیت ماں، بہن، بیٹی، بہو کے جن رسوم اور جذبات سے اسے متعلق اور مزین کر دیا ہے۔ وہ ایسے ہیں کہ ان سے عورت کے تصور اور تصویر کے نقوش اتنے لطیف ہو جاتے ہیں کہ اس سے زیادہ لطیف تصور اور کہیں نہیں ملتا۔ عورت نہ صرف شعر و ادب کا موضوع بنی ہے، بلکہ ادب خود اس کی خاص قلم رو بھی رہا ہے۔ ادب کی بنیاد انسانی جذبات واحساسات رکھی گئی ہے۔اور اس کے ڈانڈے زندگی سے ملے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہر ملک میں ہر قوم کی خواتین نے اس شعبہ حیات کو اپنی ضیا پاشیوں سے منور کیا ہے۔

واحیدہ نسیم لکھتی ہیں کہ

"چوں کہ قدرت نے عورت کے جذبات میں بے پناہ شدت رکھی ہے۔ اس لیے اگر کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ عورتوں کی زبان کی بنیاد ہی جذبات نگاری پڑ پڑی ان کی زبان میں جذبات نگاری پر پڑی اور ان کی زبان میں جذبات نگاری اور زور بیان کیلئے الفاظ کا جس قدر بڑا ذخیرہ ملتا ہے۔ کسی ادیب یا شاعر کے یہاں نہیں ملے گا۔ کیونکہ عورت ایک طرف جذبات کا مخزن ہے۔ دوسری طرف الفاظ کی خالق"(3)

ہر قوم کے ادب میں خواتین کی فکر کے مظاہروں کی کافی ذخیرہ موجود ہے لیکن اولاد آدم نے حوای بیٹیوں کی ان کاوشوں کو عام طور پر قابل اعتنا نہیں سمجھا اور نہ اپنے برابر جگہ دی۔

"Feminisms" میں Sophocles کے حوالے سے لکھا ہے۔

"Silencwe gives the proper grace to woman(4)

Dalila کے بقول

"In Argument with man a woman over goes by the wrose, whatever be her cause"(5)

لیکن بیسوی صدی کے اختتام پر جب فکر انسانی ارتقاء کے منازل طے کر رہی ہے۔ خواتین ادبی کارناموں کو نظر تحسین دیکھا جا رہا ہے۔ ہمارے ہاں اُردو کے ابتدائی زمانے میں اثر و زبان و ادب سے دلچسپی رہی ہے۔ اگرچہ ہمارے معاشرے میں ہندوستان خواتین کی ادبی اور سماجی حیثیتوں کو نشو و نما پانے اور ابھرنے کا موقع نہیں دیا گیا لیکن زبان کے حوالے سے اُردو خواتین میں ہر دلعزیز تھی۔ اس کے ثبوت میں صفظی کی کتاب، "کربل کتھا" کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔ مصنف نے اپنی والدہ کے کہنے سے کہ عورتیں فارسی نہیں سمجھ سکتیں اسے اُردو میں لکھا۔ خود دیباچے میں لکھتے ہیں۔

"معنی اس کے عورتوں کی سمجھ میں نہ آتے تھے۔ اور فقرات ہر سوز و گداز اس کے تابع مذکورہ کے بہ سبب لغات فارسی ان کو نہ رلاتے تے۔ بعد کتاب خوانی سب سے مذکورہ کرتیں کہ صد چیف، او ہزار افسوس! جو ہم کم نصیب عبارت فارسی نہیں سمجھتے اور رونے کے ثواب سے بے نصیب رہتے ہیں۔"(6)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خواتین کی زیادہ توجہ اُردو کی طرف تھی۔ دوسری طرف اسی دور میں تعلیم نسواں کا چرچہ شروع ہوا۔ پریس اور مطبع کا رواج شروع ہو گیا تھا۔ اس عہد میں بہت سی شاعرات بھی صاب دیوان ہوئیں۔ اس کے علاوہ خواتین کے تذکرے بھی لکھے گئے۔ جن میں خدیجہ النساء کا "افکار خواتین" سراپائے سخن" قابل ذکر ہیں۔ بہت سی شاعرات جو غدر کے بعد بھی زندہ تھیں۔ ان میں بیشتر خاندان تیموریہ کی شہزادیاں تھیں۔ جس طرح دہلی میں بہادر شاہ ظفر شاعری کے سرپرست تے۔ اسی طرح لکھنو میں واجد بھی شاہ خود شاعر اور شاعروں کے قدردان تھے۔ انہوں نے لکھنو میں شاعری کو ترقی پر پہنچانا۔ اس عہد میں (1817 تا 1856) لکھنو کا بچہ، جوان بوڑھا شعر گوئی کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ خواتین کا بھی محبوب مشغلہ شاعری تھا۔ جس میں وہ دلچسپی لیتی تھیں۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ لکھتی ہیں۔

"اعلیٰ طبقہ کی خواتین شاعری کے ساتھ ساتھ شعراء کی سرپرستی بھی کرتی تھیں۔ واجد علی شاہ کے محلات اس خصوص میں قابل ذکر ہیں۔ جو بہت اچھی شاعرات تھیں۔ انہوں نے مختلف افسانہ سخن مثلاً مرثیہ، مثنوی، سدس وغیرہ میں طبع آزمائی کی۔ ان میں اکثر صاحب دیوان ہوئی تھیں۔(7)

دہلی اور لکھنو کی طرح رام پور بھی عرصہ تک اُردو علم وادب کا مرکز رہا۔ چوں کہ اس زمانے میں رسل ورسائل کی آسانی نہ تھی۔ اور نہ طباعت واشاعت کی سہولت، اس وجہ سے عام خواتین کے حالات پر گمنامی میں رہے۔ تاہم چند نام اعلی طبقہ کی خواتین کے ملتے ہیں۔ جن میں نواب یوسف علی خان ناظم، والی رام پور کی محل خاص بہو بیگم اور دختر امراؤ بیگم جو عابدہ تخلص کرتی تھیں۔ شامل ہیں۔ مرکز بھوپانی کے حوالے سے شاہ جہاں بیگم شیر میں نام آتا ہے۔ جو عالم وفاضؒ تھیں۔ انہیں شعر وادب کا ذوق قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ یہ خاتون فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتی تھیں۔ یہ نہ صرف شاعرہ تھیں بلکہ شعرا کی سرپرستی بھی کرتی تھیں۔ اُردو نثر کا قابل ذکر دور 1800ء سے شروع ہوتا ہے۔ اس عہد میں البتہ نثر نگار خواتین کے نام بہت کم ملتے ہیں َجو چند ایک ملتے ہیں۔ ان میں قابل ذکر بیگمات اودھ اور خاندانِ تیموریہ کی شہزادیاں ہیں۔ بھوپال کی بیگمات اُردو ادب کی سرپرست بھی ہوئی ہیں۔ اودھ کی بیگمات صرف شاعرہ ہی نہیں اچھی نثر نگار بھی تھیں۔ واجد علی شاہ کی ایک بیگم نواب شیدا محل اپنے احساسات کو لفظوں کا جامہ یوں پہناتی ہیں۔

"سچ کہو خدا کی قسم، کیوں ہوگئے ہم سے برہم، ہم کو اس کا بہت ہے غم، کس نے الفت کی ہے کم، فرقت سے نکلتا ہے دم، دم کو کچھ نہیں اس کا رنج والم، میں یہ دعا کرتی ہوں ہر دم، کہ خیریت لائے تم کو ربِ اکرم، پھر ہم تم ہوں باہم اور نورِ چشم نگیں آراء بیگم، تسلیم کرتی ہیں ہو کر خم "(8)

قلعہ معلیٰ کی شہزادیوں کی نثر اس دور کی عام روش کے برعکس پیچیدہ اور مخفی نہیں۔ غدر کے بعد کے دور میں ذہنیت، رجحانات، خیالات، سب میں انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ اس عہد میں بہت سی اہل قم خواہ پیدا ہوئیں۔ خواتین میں اس بیداری کے بہت سے اسباب تھے۔ پہلا سبب یہ کہ عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ دی گئی۔ صدیوں کا جمود اٹوٹا اور لوگوں نے اپنی لڑکیاں سکولوں میں داخل کروانا شروع کر دیں۔ عیسائی مشنریوں نے عورتوں کو تعلیم یافتہ بنانے میں بہت کوششیں کی۔ اس میں شک نہیں کہ ان کا مقصد کچھ اور تھا مگر ان کو کوشیشوں سے ہندوستانی گھروں میں تعلیم کی روشنی ضرور پھیلی۔ اس کے علاوہ آریہ سماج اور براہمو سماج فرقوں نے بھی عورتوں میں بہت کچھ بیماری پھیلائی اور معملی اور تیارداری کی تعلیم عام کر کے ان پر معاشی آزادی کے دروازے کھولے اس طریقے سے جو خواتین تعلیم یافتہ ہوئیں۔ ان کو اپنے فرقے کی پست حالی کا احساس ہوا۔ انہوں نے تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ اپنےئ طبقے کی سدھار کا کام بھی شروع کیا۔ خواتین کیلئے اخبار اور رسالے جاری ہوئے۔ جس سے خواتین میں مضمون نگاری کا ذوق پیدا ہوا۔ مسلمان مردوں کے دل میں بھی اپنی خواتین کی جہالت اور بے علمی کا احساس پیدا ہوا۔ چنانچہ اس ضمن میں مولوی نذیر احمد، مولانا راشد الخیری، مولوی ممتاز علی، مولوی شبلی نعمانی وغیرہ نے حتی الواسع عورتوں میں تعلیم پھیلانے اور ان کے حقوق دلانے کی سعی کی۔ نذیر امد نے عورتوں کیلئے خاص کتابیں لکھیں۔ اور راشد الخیری نے ان کی حالت پر خون کی آنسو بہائے۔ ان حضرات کی کوشیشوں سے ہندوستان میں تعلیم یافتہ خواتین کا ایک گروہ ایسا پیدا ہوا۔ جس نے تصنیفِ وتالیف کے ساتھ ساتھ اپنے طبقے کی اصلاح کا کام بھی شروع کیا۔

"اب سے نصف صدی قبل دلی سے مولوی سید احمد مولف "فرہنگ آصفیہ " نے "اخبار النساء" جاری کیا۔ لاہور سے منشی محبوب عالم نے "شریف بی بی" آگرہ سے غریزی پریس والوں نے "پردہ نشیں "اور علی گڑھ سے شیخ عبداللہ نے "خاتون "مگر یہ رسالے نے زیادہ مدت تک جاری نہ رہ سکے۔ البتہ مولوی ممتاز علی کے "تہذیب نسواں "اور علامہ راشد الخیری کے "عصمت " نے استقلال کے ساتھ اپنی خدمات جاری رکھیں۔ اُردو میں آج تک جتنی قابل ذکر لکھنے والیاں پیدا ہوئی ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر "تہذیب نسواں "اور عصمت "ہی کے ذریعے متعارف ہوئی ہیں۔"(9)

ان خواتین میں ملکہ سلطان جہاں بیگم، بیگم فرماں روائے بھوپال، محمدی بیگم، ایڈیٹر، تہذیب نسواں" عطیہ فیض، نذر سجاد، نفیس دلہن، صغری ہمایوں، موتی بیگم ایڈیٹر اجمیر گرٹ، فاطمہ زہرا بیگم، فاطمہ بیگم، ایڈیٹر، شریف بی بی" زہرا بیگم، عباسی بیگم، حامدہ بیگم الخیری، خدیجہ الکبری، امت الکریم، مہدی بیگم، وحیدہ بیگم اور بیگم شاہنواز شامل تھیں۔ ان تمام کوشیشوں کے نتیجے میں خواتین میں تعلیم سرعت سے پھیلی جا رہی تھی۔ انگریزی تعلیم نے ہندوستان عورت کی زینت کسی حد تک بدل دی۔ اسے اپنی زبوں حالی کا احساس ہوا۔ اس نے پہلی بار محسوس کیا کہ قفس کے باہر بھی ایک دنیا آباد ہے۔

"اُردو میں عصمت چغتائی اور ھندی میں کرشنا سوبتی نے ادب میں عورت کو ایک خود مختار انسان کے طور پر پیش کرنے کا راستہ دکھایا ہے۔ وہ عورت جو مردانہ معاشرے کا شکار ہے۔ اور وہ جو اس جبر کے خلاف آواز اُٹھانے کی جرات رکھتی ہے۔ ان کے بعد آنے والوں نے عورت کو پوری حقیقت پسندی کے ساتھ اس کے اصل روپ میں دیکھنے کی کوششیں کی۔"(10)

خواتین کی مساعی کا حاصل یہ ہوا کہ انہیں پہلی مرتبہ سوسائٹی میں اپنے حقوق کی حفاظت کا خیال پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ حکومت نے بھی ہندوستانی عورت کی پس ماندگی کو محسوس کیا۔ اور چند مراعات دیں۔

حوالہ جات

(1) رجب علی بیگ سرور "فسانہ عجائب "(مرتبہ رشید حسن خان) انجمن ترقی اُردو، نئی دہلی، 1990ء، ص110

(2) کاظم علی جوان "سکنتد" مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اول، 1923ء، ص10

(3) وحیدہ نسیم، عورت اور اُردو زبان، غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی، 1996ء، ص108، 109

(4) Feminisms Edited by Robyn R.Warhol and Diane Price Herndl,1993,USA,P#6

(5) ایضاً

(6) حامد حسن قادری، داستان تاریخ اُردو، "اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی، 1988ء، بار چہارم، ص58

(7) رضیعہ سلطانہ، "ڈاکٹر "اُردو ادب کی ترقی میں خواتین کا حصہ" مجلس تحقیقات اُردو، حیدر آباد (س ن) ص34، 35

(8) شہناز انجم، ڈاکٹر، ادبی نثر کا ارتقاء، پروگریسو بک لاہور، 1989ء، بار اول، ص292

(9) "عورتوں کے ادب کے پچیس سال، مضمون نگار رازق الخیری، ساقی (جوبلی نمبر)1955ء، ص138

(10) "کشور ناہید "عورت زبان خلق سے زبان حال تک "ص247